بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اشارات

ایک موسم کے اختتام اور دوسرے کے آغاز کے درمیان کا عرصہ جسے عربی زبان میں تداخل کے لفظ سے تعبیر کیا جاتا ہے ہر فرد کے لئے بہت بڑی اہمیت کا حامل ہوتا ہے۔ اسمیں طبیعتیں بڑی نازک اور حسّاس بن جاتی ہیں۔ اگر اس زمانہ میں معمولی سی بد پرہیزی بھی کر لی جائے تو اس سے سارے جسمانی نظام میں ایک ایسا زبردست اختلال اور بگاڑ رونما ہوتا ہے جو ایک لمبے عرصہ کے علاج معالجہ کے بعد ہی کہیں جا کر درست ہوسکتا ہے۔ دوسری طرف اگر ایک انسان تداخل کے اس دور میں حزم واحتیاط سے کام لے تو اس کی صحت پر ایسے خوشگوار اثرات مترتب ہوتے ہیں جو اس کے سارے اعضاء کو قوت اور توانائی بہم پہنچانے کا ذریعہ بنتے ہیں۔ اس نقطہ نظر سے اگر تداخل کے اس دور کا جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ یہ انسانوں کی صحت اور تندرستی کے لئے ایک فیصلہ کُن مرحلہ ہے۔ جو لوگ اس کی اہمیت کو محسوس کرتے ہوئے اس سے فائدہ اُٹھانے کے لئے کوشاں ہوتے ہیں اُن کے لئے یہ دَور ایک نعمت غیر مترقبہ ہے۔ اور جو اس کے تقاضوں کو نظر انداز کر کے اس میں تغافل اور لاپروائی سے کام لیتے ہیں اُن کے لئے یہ دَور بربادی کا پیغام لاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جو لوگ اپنی صحت کے بارے میں بالکل بے حسّ نہیں ہوتے وہ اس دَور میں غیر معمولی احتیاط سے کام لیتے ہیں۔

جس طرح موسموں کے اُلٹ پھیر کی وجہ سے ایک ملک کے اندر سال میں کئی مرتبہ تداخل کے دَور آتے ہیں بالکل اسی طرح اجتماعی زندگی کا تغیّر و تبدّل دنیا کی مختلف قوموں کو تداخل کے دَور میں کھڑا کر کے اُنہیں اس بات کے مواقع فراہم کرتا رہتا ہے کہ وہ اس سے پورا پورا

فائدہ اُٹھائیں۔ جو قومیں اپنے حال اور مستقبل کے بارے میں بے حس نہیں ہوتیں وہ اس موقع کو غنیمت سمجھ کر اس سے بھرپور فائدہ اُٹھاتی ہیں اور اس طرح سالوں کی مسافت چند مہینوں میں طے کر لیتی ہیں۔ ان کے برعکس وہ قومیں جنہوں نے غفلت اور لاپروائی کو اپنا قومی شعار بنا رکھا ہوتا ہے وہ اس فیصلہ کن مرحلے کی ذمہ داریوں کو بالکل نہیں سمجھتیں اور اس اہم دَور کے معاملے میں بھی اُسی مجرمانہ تغافل سے کام لیتی ہیں جس کی کہ اُن کی سہل پسند طبیعتیں عادی ہو چکی ہوتی ہیں۔ نتیجہ ظاہر ہے۔ تداخل کا یہ دور انہیں تعمیر و ترقی کی راہ پر گامزن نہیں کرتا بلکہ تباہی و بربادی کے خوفناک گڑھوں میں دھکیل دیتا ہے۔ اس فیصلہ کُن مرحلہ میں اُن کی غفلت عام حالات کی بہ نسبت کہیں زیادہ تباہ کن ثابت ہوتی ہے۔ وہ بڑی سرعت کے ساتھ تنزّل کی راہ پر چل نکلتی ہیں اور بربادی کے جن مراحل کو انھیں سالوں میں طے کرنا تھا وہ اب انہیں مہینوں بلکہ گھنٹوں میں طے کرتی ہیں:

یک لحظہ غافل بودم و صد سالہ راہم دور شُد

تاریخ نے پاکستان کے مسلمانوں کو بھی اس وقت تداخل کے دَور میں لا کر کھڑا کر دیا ہے۔ مارشل لاء کی گرفت اب آہستہ آہستہ ڈھیلی ہو رہی ہے اور اس کی جگہ جمہوریت کی آزاد فضا میں قوم قدم رکھنے کے لئے پَر تول رہی ہے۔ مارشل لاء کا نفاذ کن حالات میں ہُوا یہ ایک نہایت ہی دلفگار داستان ہے جسے ہم دُہرانا نہیں چاہتے۔ پھر اس کے نفاذ کے بعد قوم نے کیا کھویا اور کیا پایا۔ یہ بھی ایک ایسا مسئلہ ہے جس کے بارے میں اس وقت کوئی حتمی رائے قائم نہیں کی جا سکتی۔ اس کے لئے ہمیں اُس وقت کا انتظار کرنا پڑے گا جب تاریخ خود آگے بڑھ کر اپنا بے لاگ فیصلہ سُنا دے۔ البتہ اس ضمن میں ایک بات ہم قدرے وثوق سے کہہ سکتے ہیں کہ کسی ملک میں مارشل لاء کا نفاذ، خواہ اُس کے وجوہ کتنے ہی صحیح ہوں، کوئی ایسی چیز نہیں جسے کوئی قوم ہنسی خوشی قبول کرے۔ اور پھر اس پر فخر کر سکے۔ اس کا قلادہ دنیا کی جس قوم نے بھی اپنی گردن میں ڈالا

ہے، بالکل مجبور ہو کر ڈالا ہے۔ کسی ملک میں مارشل لاء کے نفاذ کا مطلب یہ ہے کہ یہ قوم تباہی اور بربادی کی اُس آخری حد تک پہنچ چکی ہے جہاں اسے کسی قسم کی ترغیب و ترہیب نہیں بچا سکتی۔ بس ایک قوتِ قاہرہ ہی ہے جو اسے طاقت کے بل بوتے پر شاید سنبھالا دینے میں کامیاب ہو جائے۔

یہ وہ آخری بازی ہے جو کوئی قوم بالکل مجبوری اور مایوسی کے عالم میں زندگی کے حفظ و بقاء کے لئے کھیلتی ہے۔ یہ اگر ایک طرف کسی ڈوبتی ہوئی اور دم توڑتی ہوئی قوم کو بچانے کا آخری ذریعہ ہے تو دوسری طرف یہ اس امر کا اعلان بھی ہے کہ اس آخری کوشش کے ناکام ہو جانے کے بعد اس قوم کو تباہی سے کوئی چیز محفوظ نہیں رکھ سکتی۔ ظاہر بات ہے کہ اس آخری حربے کو کوئی معقول قوم اچھے اور خوشگوار حالات میں استعمال کرنے پر آمادہ نہیں ہوتی۔ یہ قدم وہ اُس وقت اُٹھائے گی جب اُس کی ساری قوتیں جواب دے چکی ہوں، جب اُس کے اعضاء بالکل شل ہو چکے ہوں، اور اُس کی روح نے افسردگی کے سامنے ہتھیار ڈال دئے ہوں۔ الغرض، پوری دُنیا اُس کے سامنے اندھیر ہو رہی ہو اور اُس کی حیات اجتماعی میں اُمید و رجاء کے لئے قطعاً کوئی گنجائش باقی نہ رہی ہو اور اُس بدنصیب قوم کو اس امر کا پورا پورا یقین ہو چکا ہو کہ اب نور کی کوئی بھولی بھٹکی کرن بھی اُس کی تاریک زندگی کو منوّر نہ کرے گی۔ جب ایک قوم پر فکر و احساس کے اعتبار سے یہ افسوسناک کیفیّت طاری ہو جائے تو وہ بالکل نزع کے عالم میں مارشل لاء کے کڑوے کسیلے گھونٹ پینے پر آمادہ ہوتی ہے۔ چنانچہ آپ دیکھیے کہ اس ملک میں جس وقت مارشل لاء کا نفاذ ہوا تو اس کے جواز کے حق میں جو دلائل دیے گئے ـــــــ اور جن احساسات کا اظہار کیا گیا اُن سے ملکی بگاڑ کے بارے میں کرب و اضطراب کی ساری کیفیتیں پوری طرح جھلک رہی تھیں اور یوں محسوس ہوتا ہے کہ یہ قدم ملک کی سالمیت کے پیشِ نظر بڑی مجبوری کے عالم میں اُٹھایا گیا ہے۔

خدا کا شکر ہے کہ یہ نازک وقت کسی نہ کسی طرح گزر گیا ہے اور اب ملک میں عنقریب جمہوریت کا آغاز ہونے والا ہے۔ "تداخل" کے اس دور میں جو ہماری اجتماعی زندگی کی صحت اور تندرستی کے لئے ایک فیصلہ کن مرحلہ کی حیثیت رکھتا ہے ہم پھر ایک بار آپ کو آپ کی ذمہ داریاں یاد دلا کر آپ سے بڑے ادب و احترام کے ساتھ گذارش کرتے ہیں کہ خدارا آپ آنکھیں کھولیں اور تداخل کے اس نازک دور میں حزم و احتیاط کا ثبوت دیں اور ذاتی نفع و نقصان کو اس وقت نظرانداز کرتے ہوئے قوم کو اُس محفوظ راہ پر لے کر آگے بڑھیں جس سے اُس کی زندگی تنگ نظری، تعصب، اور ابن الوقتی کی بھول بھلیوں سے نکل سکے اور اس کے اندر اپنی خداداد صلاحیتوں کو اسلام کی سربلندی کے لئے وقف کرنے کی تڑپ اور آرزو پیدا ہو۔ یہ استدعا ہم خالص جذبہ خیرخواہی سے کر رہے ہیں۔ ذاتی منافع اور اُن کی دلکشی اور ذاتی جاہ و جلال اور اُس کی تمکنت اپنے اندر یقیناً دلچسپی کے بہت سے سامان رکھتی ہے اور گوشت پوست کا انسان کبھی کبھی ان سے متاثر بھی ہو جاتا ہے۔ مگر زندہ قوموں کے صاحب احساس اور فرض شناس سربراہوں نے ان ذاتی فائدوں کو کبھی پرکاہ کے برابر بھی نہیں سمجھا اور تمہارے ہاتھ میں تو اس قوم کی قیادت اور سربراہی آنے والی ہے، جسے اس دنیا میں خود پروردگار عالم نے شاھدعلی الناس کا فرض منصبی سپرد کیا ہے۔ تم بدقسمتی سے وقتی فائدہ اور نقصان کی فکر میں اتنے کھوئے جا رہے ہو کہ تم نے اپنی حرکات کے دوررس اخلاقی نتائج سے یکسر آنکھیں بند کر لی ہیں۔ حالانکہ تمہیں اُن نفوس قدسی کی جانشینی کا فخر حاصل ہے جن کے قائدین کا تو ذکر ہی کیا معمولی سے معمولی سپاہی بھی دنیاوی فوائد و لذائذ سے اتنے لاپرواہ اور اپنے خالق کی خوشنودی کے اتنے فکرمند تھے کہ اُن کے ہاتھ جب کروڑوں روپے کے تاج لگے تو انہوں نے اُن کی طرف نگاہ اُٹھا کر بھی نہ دیکھا۔ اور مال و دولت کے ان خزائن کو اپنے پھٹے پرانے کمبل میں اوڑھ کر رات کی تاریکی کے اندر اپنے قائد کے قدموں پر لا کر ڈال دیا۔ اور یہ سارا اخفاء محض اس لئے تھا کہ اُن کے دامن صدق و اخلاص پر کہیں ریا کا دھبہ نہ لگ جائے۔ امور

سلطنت کے انتظام و انصرام میں جن پاکباز لوگوں کے تم وارث ہو اُن کی قوت و طاقت کا مدار جاگیروں، سر بفلک محلات، بے جان سکوں کی جھنکار اور زیب و زینت کے سامان کی فراوانی پر نہ تھا بلکہ اُن کی طاقت کا حقیقی سرچشمہ اُن کے اخلاق کی پختگی، اُن کی نیت کی درستگی اور اُن کے عمل کی مداومت پر تھا۔ اور تاریخ آخر کائنات کی اس سب سے بڑی حقیقت کو کس طرح جھٹلا سکتی ہے کہ ان فقیروں اور بوریہ نشینوں کے رُعب داب سے بڑی بڑی سلطنتیں لرز جایا کرتی تھیں۔ اور مسلمانوں کا تو ذکر ہی کیا خود غیر مسلموں نے اس حقیقت کا کھلے بندوں اعتراف کیا ہے اور اُن کے سامنے جب کسی ملک کے انتظام کا سوال پیدا ہوا تو اُنہوں نے مذہب کے اختلاف کے باوجود یہ بات برملا کہی کہ میری قوم کے سربراہو! اگر تمہیں ملک میں صحیح طرز کی حکومت قائم کرنا ہے تو پھر اپنے سامنے سیزر نپولین کو نہ رکھو بلکہ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ اور حضرت عمر فاروق رضؓ کی پیروی اختیار کرو۔ تم نے تاریخ میں حق پرست اور عادل خلفاء کے حالات یقیناً پڑھے ہونگے۔ اور تمہاری نظروں سے اُن بدبختوں کے ظالمانہ کارنامے بھی اوجھل نہ ہونگے، جنہوں نے ظلم و استبداد کو اپنی زندگیوں کا محبوب مشغلہ بنا رکھا تھا۔ وقت خواہ کتنا ہی بُرا کیوں نہ ہو، بہرحال گذر جاتا ہے مگر وہ تاریخ میں اپنی مستقل یادگار بھی چھوڑ جاتا ہے، اور اس کے بُرے اثرات نسلوں تک چلتے رہتے ہیں۔ آپ اگر اس وقت نیکی، شرافت، عدل و انصاف کے علمبردار بنیں گے تو اس دُنیا میں خواہ آپ کو تعیش کی زندگی فراہم نہ ہو، لیکن آنے والی زندگی میں جوابدہی ہے آپ کو سکون و اطمینان حاصل ہوگا۔ آپ دُنیا و آخرت میں فائز المرام ہونگے۔ اور انسانیت نہ صرف قیامت تک آپ کو نیک نامی سے یاد رکھے گی بلکہ آپ کے احسانات کے بارِ گراں سے کبھی سبکدوش بھی نہ ہو سکے گی اور انہیں اپنی تاریخ کا ہمیشہ ایک بیش قیمت اور قابلِ فخر سرمایہ سمجھے گی۔ ہم اس وقت آپ کو یہ ناگوار بات بھی یاد دلا دیں کہ آپ کے اصل کارنامے وہ نہیں جو آپ نے اپنی ستائش میں خود تصنیف کر رکھے ہیں یا جن کا چرچا آپ کے ارد گرد مداحوں اور خوشامدیوں کی زبانوں پر ہے۔ اقتدار کی پرستش ان لوگوں کا پرانا دستور ہے۔ اور یہ چیز کوئی آپ کے

ساتھ مخصوص نہیں۔ ان کے سامنے جو تخت پر براجمان ہُوا وہ اس کی جائز و ناجائز تعریف میں رطب اللسان ہو گئے۔ اور جس وقت انہیں مسندِ اقتدار سے الگ کر دیا گیا تو سب سے پہلے انہیں خوشامدیوں نے اُن سے آنکھیں پھیر لیں۔ دور نہ جائیے ذرا قریب کے واقعات پر ہی ایک نگاہ ڈال لیجیئے۔ کیا غلام محمد کی مدح سرائی میں ان لوگوں نے کوئی کسر اُٹھا رکھی تھی؟ کیا سکندر مرزا کی تعریف و توصیف میں کوئی کمی کی جاتی تھی؟ لیکن آج ان کا حشر کیا ہُوا ہے؟ کوئی آنکھ نہیں جو ان کے فراق میں نم ہو، اور کوئی دل نہیں جس میں اُن کی کوئی خوشگوار یاد باقی ہو۔ اس بنا پر اس حقیقت کو اچھی طرح ذہن نشین کر لیجیئے کہ آپ کے اصل کارنامے وہ نہیں جنہیں سپاس ناموں کی صورت میں آپ کے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔ بلکہ وہ ہیں جو تاریخ میں باقی رہ جائیں اور آنے والی نسلیں انہیں عزّت و احترام کی نظر سے دیکھیں۔ آپ نے تاریخ میں اُن نیک اور پاکباز لوگوں کی تصویریں دیکھی ہونگی جنہیں جب اقتدار ملا تو اُنہوں نے انسان کو انسان کی بندگی سے نکال کر خدا کی بندگی کے لئے تیار کیا، ظلم و استبداد کو دُنیا سے مٹانے کی کوشش کی، عدل و انصاف، نیکی اور شرافت کا بول بالا کیا۔ ان کے برعکس تاریخ میں تم نے اُن روسیاہ فرمانرواؤں کی تصویریں بھی دیکھی ہوں گی جن کے ہاتھ میں جب عنانِ اقتدار آئی تو اُنہوں نے خونریزی، سفاکی، زبردست آزاری کو اپنا شعار بنا لیا۔ تاریخ کی لمبی گیلری میں دونوں طرف دونوں قسم کے فرمانرواؤں کی تصویریں آویزاں ہیں اب یہ کام آپ کا ہے کہ آپ اپنی تصویر کے لئے جو جگہ چاہیں منتخب کر لیں:

ہم نیک و بد حضور کو سمجھائے دیتے ہیں

اخلاق کی قوّت اس دُنیا میں انسانوں کی سب سے بڑی طاقت اور قوت رہی ہے اور کش مکشِ حیات میں آخری فتح انہیں لوگوں کو نصیب ہوتی ہے جو اخلاقی اعتبار سے اپنے مدِمقابل سے ارفع و اعلیٰ ثابت ہوئے ہیں۔ اخلاقی موت مر جانے کے بعد مال و متاع کی کوئی

بڑی سے بڑی مقدار اور اقتدار کی کوئی اونچی سے اونچی مسند بھی کسی شخص یا گروہ کو عزت کے مقام پر فائز کرنے میں کامیاب نہیں ہوئی۔ خود قرآن مجید میں جو حضرت یوسف علیہ السلام کا قصہ بیان فرمایا گیا ہے تو یہ معاذ اللہ کوئی غزل خوانی نہیں بلکہ اس میں اللہ تعالیٰ نے اس حقیقت کو بے نقاب کیا ہے کہ دنیا کی اس کش مکش میں فیصلہ کن قوت صرف اخلاق کی قوت ہے۔ ایک طرف ایک غریب الدیار اور بے یار و مددگار انسان ہے جس کے پاس متاع اخلاق کے علاوہ اور کوئی پونجی نہیں۔ اور دوسری طرف اس ایک خوبی کے علاوہ ہر چیز موجود ہے۔ وہاں دنیاوی ساز و سامان ہے، مسندِ اقتدار ہے، مداحوں کی مدح و توصیف ہے، لشکر و سپاہ کی قوت و طاقت ہے۔ مگر جب اس فقیر بے نوا سے مقابلہ کرنا پڑتا ہے تو یہ دنیاوی مال و متاع اور قوت و اقتدار کسی کام نہ آئے۔ اور آخری فتح اسی غریب الوطن کو حاصل ہوتی ہے جو ہر قسم کی مادی نعمتوں سے محروم اپنی زندگی جیل کی تنہائیوں میں بسر کر رہا تھا۔ اخلاقی قوت نے بڑی خاموشی کے ساتھ اپنا کام شروع کیا اور عوام و خواص کے دل صرف اسی کی محبت و احترام سے لبریز ہو گئے۔ دنیا کی کوئی قوت دلوں کی اس تبدیلی کو روکنے میں کامیاب نہ ہو سکی۔ چنانچہ اقتدار نے اس حقیقت کو بڑی شدت کے ساتھ محسوس کیا کہ اب اس قوت و طاقت کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ اس لئے اس نے مجبور ہو کر اس کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے، اور مملکت کے وہ سارے خزانے جن کی غیر معمولی محبت نے اقتدار کے دماغی توازن کو اس حد تک خراب کر دیا کہ وہ اسے اپنی حرکات کے دور رس اخلاقی نتائج کا بھی کوئی احساس نہ رہا تھا اس نے خود آگے بڑھ کر ان کی کنجیاں اس کے قدموں میں ڈال دیں۔

اقتدار صرف جوڑ توڑ کرنے، سیاسی رشوتیں دینے اور برادری کے تعصبات ابھارنے سے ہی حاصل نہیں ہوتا۔ اس کے حصول کا ایک اور موثر ذریعہ بھی ہے۔ اور وہ ہے اخلاقی قوت کی تائید و نصرت۔ جو اقتدار مکر و فریب کی مختلف چالیں چل کر حاصل کیا جاتا ہے۔ وہ بہر حال

گروہ اور عوام دونوں کے لئے لعنت ہے۔ مسندِ اقتدار سنبھالنے والے چونکہ اخلاق کی قوّت سے محروم ہوتے ہیں اس لئے وہ اس کمی کو مختلف قسم کی چالبازیوں اور حیلہ سازیوں سے پورا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہ چالیں کچھ دیر تک تو بظاہر کامیاب ہوتی نظر آتی ہیں لیکن درحقیقت یہ اقتدار کی بنیادوں کو اندر ہی اندر سے کھوکھلا کرتی رہتی ہیں اور ایک دن اقتدار کا وسیع الشان قصر اس طرح سے پیوندِ خاک ہوتا ہے کہ کوئی اُس کا نام لینے والا بھی باقی نہیں رہتا۔

ہمارے ہاں آخر کتنے لوگ ایسے ہوئے ہیں جنہوں نے گذشتہ پندرہ برس میں محض مکر و فریب کے ذریعے مسندِ اقتدار کو سنبھالنے کی مختلف قسم کی مذموم کوششیں کیں۔ ان میں سے چند لوگ کچھ دنوں کے لئے کامیاب بھی ہوئے، لیکن تاریخ نے ان کا جو عبرت ناک حشر کیا ہے وہ سب کے سامنے ہے۔

ان لوگوں کی ان ناپاک کوششوں اور حیلہ سازیوں سے صرف اُن کی اپنی عزّت و آبرو ہی خاک میں نہیں ملی بلکہ خود پاکستان کے وقار کو ایسا شدید نقصان پہنچا ہے جس کی تلافی بظاہر مشکل معلوم ہوتی ہے۔ الا یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمتِ خاص سے کوئی ایسا غیر معمولی انتظام فرمادے جس سے یہ ناممکن چیز ممکن بن جائے۔ مسندِ اقتدار بذاتِ خود اپنے اندر کوئی بُرائی نہیں رکھتی یہ ایک قوت و طاقت ہے اسے اگر حق کی سربلندی کا ذریعہ بنایا جائے تو اس سے نوعِ انسانی کو غیر معمولی فوائد حاصل ہوتے ہیں۔ اُس کی انسانیت نشوونما پاتی ہے، اُس کی خفتہ قوتیں بیدار ہوتی ہیں، اُس کے مختلف طبقوں کے درمیان عدل و انصاف قائم ہوتا ہے، اُس کے اندر نیکی اور بھلائی پروان چڑھتی ہے اور معاشرے میں ظلم و استبداد، معاشی لوٹ کھسوٹ اور بے حیائی کا قلع قمع ہوتا ہے۔ اس کے مقابلے میں اگر اقتدار کو ذاتی سربلندی کا ذریعہ بنا لیا جائے تو پھر معاشرے پر ایک قیامت ٹوٹ پڑتی ہے۔ سوسائٹی کے مختلف طبقات ایک دوسرے سے دست و گریباں ہوتے ہیں، بھائی بھائی سے اُلجھتا ہے اور دوست دوست

کا گلا کاٹنے پر آمادہ ہوتا ہے ۔ ملک کی پوری دولت صرف چند ہاتھوں میں سمٹ کر رہ جاتی ہے اور غریبوں اور ناداروں پر عرصہ حیات اس حد تک تنگ ہو جاتا ہے کہ وہ زندگی کو ایک عذاب سمجھنے لگتے ہیں، فواحش معاشرے کے رگ و پے میں پوری طرح سرایت کر جاتے ہیں ۔ اور یہ صورتِ حال جب کچھ عرصہ تک قائم رہتی ہے تو اس سے ملک کی بنیادیں متزلزل ہونے لگتی ہیں اور جلد ہی ایک ایسا وقت آجاتا ہے کہ کوئی تدبیر بھی اُس کے حفظ و بقا کے لئے کارگر ثابت نہیں ہوتی ۔ دنیا کی تاریخ سیاسی سازشوں کے عبرتناک انجام سے بھری پڑی ہے۔ خود اُمت مسلمہ کو اقتدار کی اس جنگ سے جو چرکے لگے ہیں انہیں کوئی حساس اور فرض شناس مسلمان نظر انداز نہیں کر سکتا ۔ اس جنگ زرگری نے مغلیہ سلطنت جیسی عظیم الشان سلطنت کو برباد کر کے رکھ دیا ۔

اندلس کے مسلمانوں پر مصائب کے جو پہاڑ ٹوٹے ہیں وہ بھی اسی کی کرشمہ سازیاں ہیں ۔ اس بدنصیب ملک میں چاروں طرف سے عیسائی طاقتیں ایک لگے بندھے منصوبے کے تحت اثر و نفوذ کر رہی تھیں، لیکن یہاں کے حکمران مسندِ اقتدار کے حصول کے لئے ایک دوسرے کے خلاف صف آرا تھے ۔ ہوسِ اقتدار نے انہیں اس حد تک بدمست بنا دیا تھا کہ وہ اُن خطرات سے جو عین اُن کے سروں پر منڈلا رہے تھے، یکسر غافل ہو چکے تھے ۔ اُن کے سروں میں بس ایک ہی سودا سمایا ہوا تھا کہ ملک خواہ رہے یا نہ رہے لیکن اُن کا اقتدار کسی طرح قائم رہے ۔ لوٹ کھسوٹ کی اس مسموم فضا سے اندلس کا پورا معاشرہ متاثر ہوا ۔ اور اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ملک کی پانچ فی صد آبادی بھی ایسی نہ رہی جو ذاتی نفع و نقصان سے بلند ہو کر ملک کی بے لوث خدمت پر آمادہ ہوتی ۔ انجام ظاہر ہے ۔ اسلامی تہذیب کے اس مضبوط قلعے سے مسلمان ایک ایک کر کے نکالے گئے ، اُن کی مسجدیں مسمار ہوئیں، اُن کے کتب خانے نذرِ آتش ہوئے ، اُن کی عورتوں کی بے حرمتی کی گئی اور اس عظیم الشان اسلامی سلطنت پر عیسائی طاقتیں پوری طرح مسلّط ہو گئیں ۔ اگر یہاں کے مسلمان فرمانروا اُس وقت ہوش سے کام لیتے جب عیسائی طاقتیں اُن کے

دروازے پر دستک دے رہی تھیں تو آج اندلس کو یہ انجام بد نہ دیکھنا پڑتا۔

ابو عبداللہ کو جب غرناطہ سے دربدر کیا گیا تو وہ اپنے عظیم الشان محلات، اپنے بیش قیمت ساز و سامان پر بار بار حسرت بھری نگاہ ڈالتا اور آہیں بھرتا۔ شہر سے کچھ فاصلے پر پہنچ کر اُسے یارائے ضبط نہ رہا، وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا تو اس وقت اُس کی والدہ نے اُسے جو الفاظ کہے وہ اصحابِ اقتدار کے لئے اپنے اندر عبرت کا پورا سامان رکھتے ہیں۔ اُس بڑھیا نے یہ کہا: اے بیٹے! جب عنانِ اقتدار پر تمہارا قبضہ تھا، اور تاریخ اپنے فیصلے کے لیے تمہاری تدبیر کی منتظر تھی تو اُس وقت تم نے جوانمردوں کی سی جرأت وہمت نہ دکھائی اور اب جبکہ تاریخ نے اپنا فیصلہ تمہارے خلاف صادر کر دیا ہے اب عورتوں کی طرح آہ و بکا کرنے سے کیا حاصل؟

خدا کرے کہ اندلس کے مسلمانوں کے اس حسرتناک انجام سے پوری اُمتِ مسلمہ خصوصاً اس کے اصحابِ اقتدار سبق حاصل کریں۔ اور تاریخ کے اس فیصلہ کُن مرحلہ پر اپنے ذاتی اختلافات کو نظرانداز کرتے ہوئے کوئی ایسا مؤثر قدم اُٹھائیں جو اس کی بہتری کا ضامن ہو۔

اس مرحلہ پر ہم پھر ایک بار پاکستان کے سربراہوں سے بڑے واشگاف الفاظ میں اس حقیقت کو واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ یہ ملک جسے صرف اسلام کے نام پر حاصل کیا گیا تھا اسلامی نظام کی خیر و برکت سے ہی زندہ رہ سکتا ہے۔ جتنا رات کے بعد صبح کے طلوع ہونے کا یقین ہے اس سے کہیں زیادہ یقین ہمیں اس بات کا ہے کہ اگر اس ملک کو ایک آزاد مملکت کی حیثیت سے دنیا میں موجود رہنا ہے تو پھر اسلامی نظام کو اپنائے بغیر کوئی چارہ کار نہیں۔ یہ ایک ایسا ملک ہے جس کے مختلف طبقوں کے درمیان سوائے اسلام کے کوئی ایسی قدرِ مشترک نہیں جو اس کے مائل بہ انتشار اجزاء کو ایک دوسرے سے وابستہ رکھ سکے۔ اہلِ پاکستان کے پاس اسلام کے علاوہ کوئی ایسا نصب العین نہیں جو ان کے اندر زندگی کی حرارت اور ولولہ پیدا کرے۔ ان کے حفظ و بقا اور ان کے نشوونما کا سارا دارومدار اسلام اور صرف اسلام پر ہے۔ ایک ایسا ملک جس میں نہ تو جغرافیائی وحدت ہے اور نہ لسانی اور نسلی اتحاد۔

جس کے باشندے ہزاروں چھوٹے چھوٹے گروہوں میں بٹے ہوئے ہیں، جہاں برادری اور ذات پات کی حدبندیاں ایک دوسرے کے درمیان حائل ہیں۔ اس ملک کی وحدت کا انحصار اسلام کی مقناطیسی قوت کے علاوہ اور کس قوت پر رکھا جا سکتا ہے؟

اسلام اس ملک کے باشندوں کے لئے کوئی سیاسی نعرہ نہیں بلکہ یہ اُن کے دل کی دھڑکن اور روح کی پکار ہے۔ وہ ایمانداری سے اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ جس طرح اس ملک کی تخلیق میں اسلام ایک فیصلہ کُن قوت ثابت ہوئی بالکل اسی طرح اُن کا مستقبل بھی صرف اسلامی نظام سے وابستہ ہے۔ اسلام سے مُنہ موڑ کر وہ اس دُنیا میں کبھی بھی عزت کے ساتھ جی نہیں سکتے۔ وہ اس حقیقت سے خوب واقف ہیں کہ اسلام کے اجتماعی تقاضوں نے ایک آزاد اسلامی مملکت کے تصوّر کو جنم دیا۔ پھر اسلامی نظام کی کشش نے ہی مطالبہ پاکستان کو ایک تحریک کی شکل میں ڈھالا اور اسلام کی محبت نے ہی انہیں اس بات پر مجبور کیا کہ وہ چار کروڑ بھائی بندوں کو ایک تنگ نظر اور متعصب اکثریت کے رحم وکرم پر چھوڑ کر، لاکھوں بچّوں کو قتل کروا کر اور لاتعداد عفت مآب بہو بیٹیوں کی عزت لُٹا کر، مردانہ وار آگے بڑھیں اور اس وقت دم نہ لیں جب تک کہ اسلام کی اس تجربہ گاہ کا خواب شرمندہ تعبیر نہ ہو۔ اسلام اس ملک کی تاریخی قوّت ہے، اسلامی نظام ہی اس ملک کی بنیاد ہے، اور اسلام ہی اس ملک کے حفظ وبقا اور ترقی کا واحد ذریعہ ہے۔ جو لوگ اس عظیم قوت کو نظرانداز کر کے آگے بڑھنا چاہتے ہیں وہ یقیناً اُن لوگوں میں سے ہیں جن کا نقشہ قرآن مجید نے ان الفاظ میں کھینچا ہے:

لَهُمْ قُلُوبٌ لَّا يَفْقَهُونَ بِهَا، وَلَهُمْ أَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُونَ بِهَا، وَلَهُمْ آذَانٌ لَّا يَسْمَعُونَ بِهَا، أُولَٰئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْغَافِلُونَ۔ (۷ : ۱۷۹)

اُن کے پاس دل ہیں مگر سوچتے نہیں، اُن کے پاس آنکھیں ہیں مگر دیکھتے نہیں، اُن کے پاس کان ہیں مگر سُنتے نہیں، وہ مثل چارپائیوں کے ہو گئے، بلکہ ان سے بھی بدتر، اور یہی ہیں کہ غفلت میں ڈوب گئے ہیں۔

یوں محسوس ہوتا ہے کہ اس ملک کا ذرّہ ذرّہ اس قسم کے ناپاک عزائم رکھنے والے لوگوں کو جھنجوڑ جھنجوڑ کر سوال کر رہا ہے، کیا تمہارے پہلو میں دل ہی نہیں کہ تم سوچ سکو کہ آخر اس ملک کے حصول کے لئے جو لاتعداد قربانیاں دی گئی تھیں وہ گورے رنگ کے حکمرانوں کی بجائے، کالے رنگ کے حکمرانوں کو مسندِ اقتدار پر متمکن کرنے کے لیے دی گئی تھیں ؟ یا ان قربانیوں کا مقصد اسلامی نظام کا احیاء تھا، کیا تم جانتے بوجھتے اس واضح حقیقت کو جھٹلانے پر مصر ہو کہ اس ملک کے لئے اگر کوئی نظام موزوں ہے تو وہ صرف اسلام ہی ہے۔ کیا تمہارے کانوں تک ہندوستان کی بدنصیب اور زندہ درگور مُسلم اقلیت کی درد انگیز آہیں نہیں پہنچتیں، کیا لاکھوں شہدا جن میں لاتعداد معصوم اور منحنی کلیاں بھی شامل ہیں، کے مصائب و شدائد کی یاد تمہارے ذہنوں سے بالکل محو ہو چکی ہے، کیا اَن گنت بے بس اور بے کس عورتوں کی مظلومیت بھی تمہارے احساسِ مُردہ کو زندہ نہیں کر سکتی۔ اقتدار کی ہوس نے کیا تمہارے احساسات کو بالکل ماؤف کر دیا ہے۔ تمہاری غفلت اگر فکر و احساس کے بالکل فنا ہو جانے کی وجہ سے نہیں بلکہ اس کے اندر افسردگی آجانے سے پیدا ہوئی ہے تو اسے کبھی ختم بھی ہونا چاہیئے۔ اور اس کے ختم ہونے کے لئے اس سے بہتر وقت اور کوئی نہیں ہو سکتا۔

آخر تم اب کس بات کے منتظر ہو، کیا تم یہ چاہتے ہو کہ آسمان پھٹ جائے، اور آفتاب کے پُرزے پُرزے ہو کر فضائے آسمانی میں بکھر جائیں اور کرۂ ارضی دُھواں بن کر ہوا میں تحلیل ہو جائے:

فَهَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا السَّاعَةَ اَنْ تَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً ۚ فَقَدْ جَآءَ اَشْرَاطُهَا ۚ فَاَنّٰى لَهُمْ اِذَا جَآءَتْهُمْ ذِكْرٰىهُمْ۔ (۴۷ — ۱۸)	پھر کیا یہ لوگ آخری فیصلے کر دینے والی گھڑی کے منتظر ہیں کہ اچانک ان پر آنازل ہو، سو اگر اس کا انتظار ہے تو اس کی نشانیاں تو آچکیں اور جب وہ گھڑی خود آجائیگی تو اس وقت اُن کے لئے کیا ہو گا۔

آگے بڑھنے سے پہلے ہم یہاں اس امر کی صراحت کر دینا ضروری سمجھتے ہیں کہ ہم جو اسلامی نظام کے قیام کے سلسلہ میں آپ کو بار بار توجّہ دلا رہے ہیں تو اس سے خدانخواستہ آپ کہیں اس زعم میں

مبتلا نہ ہو جائیں کہ اسلامی نظام کا قیام آپ کی معاونت کے بغیر ممکن ہی نہیں۔ اگر آپ اس معاملے میں کسی غلط فہمی کا شکار ہیں تو اُسے براہِ کرم اپنے قلب و دماغ سے جلد از جلد نکال دیں۔ خداوند تعالےٰ اگرچہ اپنے بعض ارادوں کی تکمیل انسانوں کے ذریعے ہی کرتا ہے لیکن وہ بے نیاز و بلند و بالا ذات اپنے کسی کام کے لئے کسی کی دست نگر اور محتاج نہیں۔ اُس نے انسانوں کو جو بعض ذمہ داریاں سونپ رکھی ہیں تو اس کی وجہ یہ نہیں کہ وہ معاذاللہ خود ان سے پوری طرح عہدہ برآ نہیں ہو سکتا۔ اُس نے اپنی حکمت بالغہ کے تحت یہ انتظام اس لئے فرمایا ہے تاکہ وہ انسان کو اپنے خالق اور مالک سے اپنی وفاداری ثابت کرنے کے مواقع بہم پہنچائے۔ یہ ذمہ داریاں درحقیقت آزمائش کی مختلف کڑیاں ہیں جن کے ذریعے خداوند تعالیٰ کے اطاعت گذار بندے خدا کے باغیوں اور نافرمانوں سے ممیّز اور ممتاز کیے جاتے ہیں۔

وَهُوَ الَّذِي جَعَلَكُمْ خَلَائِفَ الْأَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ لِّيَبْلُوَكُمْ فِي مَا آتَاكُمْ۔ (۶ : ۲۰)	وہی ہے جس نے تم کو زمین میں خلیفہ بنایا اور تم میں سے بعض کو بعض کے مقابلے میں زیادہ بلند درجے دیئے تاکہ جو کچھ اس نے تمہیں دیا ہے اس میں تمہاری آزمائش کرے۔

اگر خداوند تعالیٰ کو اس ملک کا بقا منظور ہے تو یہاں بہرحال اسلامی نظام ہی قائم ہو گا۔ ہماری دلی آرزو اور تمنا ہے کہ یہ سعادت آپ کے حصے میں آئے اور اس معاملے میں آپ پوری دنیا کے سامنے سرخرو ہوں اور آخرت میں جب خداوند تعالیٰ کے سامنے آپ کا نامۂ اعمال پیش کیا جائے تو اُس میں آپ کی یہ خدمت نمایاں حروف میں درج ہو۔ خداوند تعالیٰ کو آپکی خدمات کی ضرورت نہیں بلکہ آپ اپنی فلاح و کامرانی کے لیے باری تعالیٰ کی تائید و نصرت کے قدم قدم پر دست نگر ہیں۔ اس سلسلہ میں ہم یہ چیز بھی آپ کے گوش گزار کر دیں کہ اللہ تعالیٰ نے جو یہ موقع آپ کو بہم پہنچایا ہے اس کی بھی ایک مہلت ہے۔ اگر آپ نے اس موقع سے پورا فائدہ اُٹھا کر خداوند تعالیٰ سے اپنی وفاداری کا ثبوت پیش نہ کیا تو یقین رکھو کہ وہ تمہارا احسان مند

نہیں کہ تمہیں قیامت تک مسلسل مواقع فراہم کرتا رہے، اُس کی کائنات انسانوں سے بھری پڑی ہے وہ تمہیں اقتدار کی اس مسند سے ہٹا کر دوسرے لوگوں کو اس پر متمکن کردے گا جیسا کہ اُس نے ہمیشہ کیا ہے:

وَرَبُّكَ الْغَنِيُّ ذُو الرَّحْمَةِ ۚ إِن يَشَأْ يُذْهِبْكُمْ وَيَسْتَخْلِفْ مِن بَعْدِكُم مَّا يَشَاءُ كَمَا أَنشَأَكُم مِّن ذُرِّيَّةِ قَوْمٍ آخَرِينَ ۔ (۶ : ۱۳۴)	تمہارا رب بے نیاز ہے اور مہربانی اس کا شیوہ ہے اگر وہ چاہے تو تم لوگوں کو لے جائے اور تمہاری جگہ دوسرے لوگوں کو متمکن کردے جس طرح کہ خود تم کو دوسروں میں سے اُس نے منتخب کیا تھا

ایک دوسرے مقام پر اسی حقیقت کو اس طرح بیان فرمایا گیا:

أَلَمْ يَرَوْا كَمْ أَهْلَكْنَا مِن قَبْلِهِم مِّن قَرْنٍ مَّكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ مَا لَمْ نُمَكِّن لَّكُمْ وَأَرْسَلْنَا السَّمَاءَ عَلَيْهِم مِّدْرَارًا وَجَعَلْنَا الْأَنْهَارَ تَجْرِي مِن تَحْتِهِمْ فَأَهْلَكْنَاهُم بِذُنُوبِهِمْ وَأَنشَأْنَا مِن بَعْدِهِمْ قَرْنًا آخَرِينَ ۔ (۶ : ۶)	کیا اُنہوں نے دیکھا نہیں کہ ان سے پہلے کتنی ایسی قوموں کو ہم ہلاک کر چکے ہیں جن کا اپنے اپنے زمانہ میں دور دورہ رہا ہے۔ اُن کو ہم نے زمین میں وہ اقتدار بخشا جو تمہیں نہیں بخشا ہے ان پر ہم نے آسمان سے خوب بارشیں برسائیں اور ان کے نیچے نہریں بہادیں (مگر جب اُنہوں نے کفرانِ نعمت کیا تو) آخر کار ہم نے

ان کے گناہوں کی پاداش میں انہیں تباہ کر دیا اور ان کی جگہ دوسرے دَور کی قوموں کو سربلند کر دیا۔

نامناسب نہ ہوگا اگر ہم چند باتیں پاکستان کے تعلیم یافتہ طبقے کی خدمت میں بھی عرض کردیں۔ اس وقت حصول اقتدار کے لئے جو کشمکش جاری ہے اُس میں اگرچہ آپ براہِ راست شریک نہیں۔ لیکن اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ آپ کش مکش کے اس فیصلہ کُن مرحلے کو ایک غیر متعلق تماشائی بن کر گذار دیں۔ ملک میں اس وقت اقتدار کے حصول کے لئے مختلف طبقوں کے درمیان جو مسابقت جاری ہے اُس میں اور رسّہ کشی کے کھیل میں بہر حال ایک بنیادی فرق ہے۔ خدارا اس الیکشن کو

محض ایک کھیل تماشہ نہ سمجھیں۔ اس کے نتائج آپ کی سیاسی، معاشی اور معاشرتی زندگی پر اثر انداز ہونگے اور مستقبل میں ملک کی تعمیر و ترقی کی سمت انہیں کے مطابق متعین کی جائے گی۔ اگر آپ نے اس مرحلہ کو اپنی روایتی لاپروائی سے گزار دیا تو آپ کا رویّہ مجرمانہ تغافل سے کم نہ ہوگا۔ آپ اس ملک کی ایک بڑی قوت ہیں۔ براہِ کرم اپنی اس قوت کو پہچانیے اور اس سے صحیح طریق سے کام لینا سیکھیے۔ اللہ نے آپ کو علم کا نور عطا کر رکھا ہے۔ پہلے اپنے دل و دماغ کو منوّر کیجیے اور پھر اس کی مدد سے جہالت کی تاریکیوں کے خلاف مسلسل جہاد کرتے چلے جائیے۔ اور دنیا پر اس حقیقت کو ثابت کر دیجئے کہ علم کوئی گورکھ دھندا نہیں کہ جس سے لوگوں کو دھوکے دئیے جائیں بلکہ وہ ایک روشنی ہے جس سے آدمی دوسروں کو روشنی دکھا سکتا ہے۔ ہمیں اس امر کا پورا احساس ہے کہ اس وقت اس ملک میں کئی قسم کی تاریکیاں پھیلی ہوئی ہیں، کہیں ذات پات اور برادری کے تعصبات نے عوام کو اندھا کر رکھا ہے، کہیں ذاتی لالچ نے لوگوں کو ضمیر و ایمان کی روشنی سے محروم کر دیا ہے، لیکن اس تاریک فضا کے کناروں پر ہمیں روشنی کی کرنیں صاف دکھائی دے رہی ہیں اور وہ آنکھوں آنکھوں میں اس حقیقت کی طرف اشارہ کر رہی ہیں کہ اسلامی نظام کی صبح نمودار ہونے والی ہے۔ سنت اللہ بس اسی بات کی منتظر ہے کہ تم اس راہ میں تھوڑی سی تگ و دو کرو تاکہ فلاح و کامرانی کی خلعت تمہیں پہنا دی جائے۔

یہ بات اس ملک کے مستقبل کے لئے ایک فال نیک ہے کہ اس ملک کا پریس بحیثیت مجموعی اسلامی نظام کا ہمیشہ حامی اور مؤید رہا ہے اور اس نے نازک سے نازک مرحلہ پہ بھی ملک کے اس بنیادی تقاضے سے تغافل نہیں برتا۔ ہم اس وقت پھر اُسے اُس کا فرض یاد دلاتے ہیں اور اس بات کی قوی اُمید رکھتے ہیں کہ وہ تداخل کے اس فیصلہ کُن مرحلے میں پہلے سے کہیں زیادہ مستعدی، جرأت اور امانت و دیانت کا ثبوت دیگا۔ جب حالات حق کے لئے بالکل سازگار ہوں اس وقت بھی حق کی حمایت یقیناً ایک بہت بڑی نیکی اور سعادت ہے۔ اور اللہ کے ہاں اجر کی مستحق، لیکن اس اجر

میں اُس وقت کئی گُنا اضافہ ہو جاتا ہے جب حالات نا مساعد ہوں، جب اخلاص و دیانت کی ٹمٹماتی ہوئی شمع مکر و فریب کے طوفانوں میں بجھنے لگے، جب انسانیت کے بہی خواہ حالات کے ہاتھوں مجبور ہوں کہ اصول و صداقت کے کٹھن راستے کو ترک کر کے عام لوگوں کے رنگ میں رنگ جائیں اور حق پرستی کا مسلک اختیار کرنے کی بجائے آسان پسندی کا شیوہ اختیار کریں۔

اس حوصلہ شکن ماحول میں جو لوگ حق پرستی کی شمع روشن کرنے کی کوشش کرتے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں اپنی خاص نعمتوں سے سرفراز فرماتا ہے، آسمان سے فرشتے اُن کی تسلّی اور ہمت افزائی کے لئے نازل ہوتے ہیں اور وہ اُن حق پرستوں میں سے ایک ایک کو پکار کر بآوازِ بلند کہتے ہیں:

لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا

آخر میں ہم عوام سے بھی بڑی دلسوزی کے ساتھ یہ گذارش کرتے ہیں، وہ بھی دین کے معاملے میں اپنے فرائض کو پوری طرح پہچاننے کی کوشش کریں۔ اس ملک میں اگر کچھ لوگوں کو جاہلیت پھیلانے کی جرأت ہوئی ہے تو اُس کی وجہ تمہاری جہالت ہے۔ اگر تمہارے اندر دین کا پورا شعور اور احساس ہو تو یہ گروہ تمہارے خوف سے اپنی کمین گاہوں میں دبک کر بیٹھ جائے، اور کبھی باہر نکلنے کا نام تک نہ لے۔ اسلام سے تمہاری نیم دلانہ وابستگی ہی اُسے حوصلہ مند بناتی ہے۔ یہ گروہ جب یہ دیکھتا ہے کہ تمہیں اپنا مال و متاع خدا سے زیادہ محبوب ہے، وہ جب یہ محسوس کرتا ہے کہ تمہیں خدا سے زیادہ اپنی جانوں سے پیار ہے، تو پھر وہ تمہارے ضمیر کا سودا کرنے کے لیے مختلف منصوبے بناتا ہے۔ کیونکہ وہ جانتا ہے کہ تمہارا ایمان ایک قابلِ فروخت مال ہے، جسے دنیاوی مال و متاع اور برادری کے تعلقات سے خریدا جا سکتا ہے۔ خدارا اُس دن سے ڈرو جب دُنیا کا یہ ساز و سامان اور برادری کے یہ تعلقات تمہارے کسی کام نہ آسکیں گے۔ اور اللہ تعالیٰ ہر شخص کے اعمال کو انصاف کی معتدل میزان پر تول کر فیصلہ صادر کرے گا۔ اگر تم برادری کے با اثر لوگوں کی ناراضگی کے خوف سے حق کو پس پشت ڈالنے کے لئے تیار ہو جاتے ہو تو ذرا اُس جبار و قہار خالق

کی ناراضگی کا بھی اندازہ کرلو جس کی گرفت سے تمہیں کوئی قوت بچا نہیں سکتی۔ آخر خدا کے تعلق سے بڑھ کر کونسا تعلق ایسا ہے جس پر مستقل طور پر بھروسہ کیا جاسکے۔ اور رب العالمین کے خزانوں کے علاوہ کون سے وہ ایسے خزانے ہیں جن سے تم ہمیشہ ہمیشہ کے لئے فائدہ اُٹھا سکو۔

ضروری اعلان

ہم نے اس امر کا اہتمام کیا ہے کہ اسلامک پبلیکیشنز لمیٹڈ۔ مکتبہ "چراغ راہ"۔ مکتبہ تعمیر انسانیت اور دوسرے اسلامی لٹریچر شائع کرنے والے اداروں کی کتب دفتر ترجمان القرآن سے بھی ضرورت مند حضرات کو مل سکیں۔ قارئین کرام اپنی ضرورت کے مطابق آرڈر بھیج سکتے ہیں۔

منیجر شعبۂ کتب ادارہ "ترجمان القرآن"۔ اچھرہ۔ لاہور (پاکستان)

خریداران "ترجمان القرآن" سے التماس

۱۔ چندہ کے منی آرڈر کوپن پر اپنا پورا پتہ صاف اور خوش خط لکھیے۔ خصوصاً ڈاک خانہ اور ضلع کا نام انگریزی کے بڑے حروف میں لکھیے!

۲۔ تبدیلی پتہ کی فرمائش ہر مہینہ کی ۱۵ تاریخ تک دفتر میں پہنچ جانی چاہیے جس میں پُرانا اور نیا تبدیل شدہ پتہ دونوں نمبر خریداری کے حوالہ سے درج ہوں۔

۳۔ اجرائے رسالہ کے لیے پیشگی چندہ بھیجئے۔ قرض یا وعدہ پر رسالہ نہیں جاری کیا جاتا۔ یا وی۔ پی کی اجازت دیجئے۔

(منیجر)